قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگؒ
اور
ان کی قومی خدمات

مدیر "تصدیق" جناب عمر دراز خان صاحب بی اے نے مجھ سے خواہش کی کہ وہ تصدیق کا قائدِ ملت نمبر نکال رہے ہیں۔ میں قائدِ ملت کی قومی خدمات پر ایک مضمون لکھدوں اس وقت تو بخوشی تمام میں نے مضمون کا وعدہ کر لیا۔ لیکن اب جب کہ لکھنے بیٹھا ہوں تو اس دورِ شیریں کے وہ لمحات رنگین کی یاد میں میری آنکھیں پُرنم ہیں دل میں تاثرات کا ایک طوفان موجزن ہے دماغ میں احساسات کی شدت ہنگامہ آرا ہے اور ذہن میں خیالات کا ایک طوفان برپا ہے سوچتا ہوں کہ اس سرمایہ نازشِ قوم و وطن اور اس گلِ سرسبدِ چمن عالم اسلامی کے کن قومی افکار و عمل کی ضیاء پاشیوں اور مشامِ حیات کی نکہت باریوں کے پیش کروں اور کیا میرے قلم میں اتنی طاقت ہے کہ میں اس پیکرِ صدق و خلوص کی حیاتِ قومی اس کی عظمت و بصیرت اور اس کی ہمہ گیر شخصیت کو چند صفحوں میں واضح طور پہ بیان کرسکوں مجھے اعتراف ہے کہ میری روح کی گہرائیوں میں اس کے بلندیٔ فکر و نظر کے نقوش محفوظ ہیں۔ اس کی سیرت و کردار اور اس کے مقاصد و عزائم کے مرقع موجود ہیں لیکن ان کے اظہار کے لیے وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جن سے میرے ارتسامات کامل طور پر واضح ہو سکیں تاہم مدیرِ تصدیق کو مایوس کرنا نہیں چاہتا اس لیے بضاعتِ

کے باوجود قلم اٹھا رہا ہوں۔

قائد ملت کے ساتھ میرے دیرینہ اور مخلصانہ تعلقات تھے سب سے پہلے مجھے ان سے ربط اس وقت ہوا جب میں نے المصدق کا پہلا پرچہ ان کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ جس دن ان کو پرچہ ملا اسی شام انھوں نے میری حوصلہ افزائی کے لیے بنفس نفیس غریب خانے کو رونق بخشی دو ڈھائی گھنٹوں تک قوم اور اس کی ضروریات، پرچہ اور اس کی افادیت پر سیر حاصل گفتگو کی اور اٹھتے ہوئے میری درخواست پر مضمون بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ مشاہیرِ قوم کے عنوان سے ان کا ادبی صلاحیتوں کا پہلا مضمون المصدق کے دوسرے ہی شمارے سے مسلسل شائع ہونا شروع ہوا مختلف محفلوں، مجلسوں اور نشستوں میں ملاقات اور تبادلہ خیالات کے مواقع ملتے رہے اس کے علاوہ کبھی کبھی ان کے جاگیری مکانات لال گڑھی اور کنڈور میں بھی ان کے ساتھ گھنٹوں بلکہ ایک دو مرتبہ رات اور دن گزارنے کا اتفاق ہوا جس میں سیر و شکار بھی شامل تھا اور ایک دو مرتبہ مہدویہ کانفرنس چن پٹن اور آل انڈیا مسلم لیگ کے سلسلے سفر میں بھی ساتھ رہا لیکن جب انھوں نے اپنے دورِ صدارت میں مجھ سے نائب صدر اور معتمد انجمن مہدویہ کی حیثیت سے کام لیئے تو مجھے ان کے طریقۂ کار اور ان کی سیرت کا نہایت قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اور یہ تاثرات ان تمام یادگار صحبتوں کے نتائج ہیں۔

قائدِ ملت علیہ رحمۃ کی ہستی محتاج تعارف نہیں سرزمین دکن کے بچے بچے کی زبان پر آج بھی ان کا نام ہے۔ ان کی وہ مایۂ ناز ہستی تھی جس کی شہرت وطن سے نکل کر چار دانگ عالم میں پھیلی اگر اہل وطن کو ان کی ذات و صفات سے عشق تھا تو وطن سے باہر مسلمانوں کے

پاس کچھ کم عزیز اور محبوب نہیں تھے۔ ان کی یہ شہرت ان کے عمل و کردار کے باعث تھی۔ ان کی صلاحیتیں اکتسابی نہیں عطیۂ خداوندی تھیں ان میں وہ شان و تدبر و تفکر تھی جو صرف ایک مرد مومن اور مرد مجاہد میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اگر ان کی تمام فطری صلاحیتوں کو گنایا جائے تو شاید اس رسالہ کی پوری ضخامت بھی کمتفی نہ ہو ان کے محاسن اخلاق ستودگیٔ کردار اور ان کی نفاستِ فکر و نظر کے تصور کے لئے ان کی حیات اور ان کی صورت و سیرت کا کچھ اجمالی خاکہ پیش کرنا ضروری ہے کہ جس کے مطالعہ سے ان کی وہ امتیازی خصوصیات ذہن میں آئیں جنہوں نے ان کو بامِ رفعت پر پہنچا دیا تھا۔

محمدؐ بہادر خان اس قدیم افغان قبیلہ ساندوزئی کے چشم و چراغ تھے۔ جو افغانستان سے نکل کر تجارت کرتے ہوئے برِصغیر ہند کی ریاست جے پور میں داخل ہوا اور کم و بیش اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ان کے مورثِ اعلیٰ محمد دولت خان اول نے سرزمینِ دکن کا رخ کیا اور اپنی ہمت و محنت و شجاعت و مردانگی اور منفرد سپاہیانہ اوصاف کی بدولت نظام الملک آصف جاہ کے دربار میں رسائی پائی اور اپنے کارناموں سے وہ قدر و منزلت حاصل کی کہ کچھ ہی دنوں میں اپنی وفادارانہ خدمات کے صلہ میں خطابات، جاگیر منصب عماری اور نوبت کے اعزازات پائے۔ اس خاندان کے تیسرے جانشین نواب نصیب یاور جنگ ثالث تھے۔ جن کی راسخ الاعتقادی، حب ایمانی اور مہدی موعود کے نام پر فدائیت کے جذبات قوم میں مشہور و معروف ہیں۔ نواب نصیب یاور جنگ کے محل میں ۲ فروری ۱۹۰۵ء کو اس فخرِ خاندان سپوت کی ولادت ہوئی ایک ہفتہ کے اندر اندر یہ نوزائیدہ بچہ ماں کی آغوش سے

محروم ہوگیا۔ نانی نے چودہ سال کی عمر تک بکمال ناز و نعم اس نونہال کی پرورش کی میٹرک تک مدراس میں تعلیم پائی، فارسی، عربی اور علوم متداولہ کی تدریس نے علامہ بحر العلوم حضرت شمسی اور خان علامہ حضرت ہوش مندوزی جیسے باکمال اساتذہ علوم مشرقیہ نے اس غیر معمولی ذہین شاگرد کے دل و دماغ میں وہ استعداد و قابلیت اور جذباتِ مذہبیت پیدا کر دیے کہ جن کی افادیت سے اس کے صحیح فطری ذوق اور قدرتی صلاحیتوں کی درخشاں راہنمائی نے اسے آگے چل کر بہادر یار جنگ لسان الامت اور قائدِ ملت بنا دیا۔

یہ امیر گھرانے کی آنکھوں کا تارا جس کی پرورش گنگا جمنی مسہری پر حریر و دیبا کے بستر اور بالش مخمل و کمخواب میں ہوئی تھی جب اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ چھ فٹ بلند و بالا قد لے کر سرخ و سفید چہرہ اور صحت مند جسم سے خوش روئی، خوش کلامی اور خوش اخلاقی کی ہم آہنگی میں حریت و مساوات حقیقی کا علم بردار بن کر ساحرانہ اندازِ خطابت کی معیت میں عیش و عشرت کی فضاء سے آزاد ہوکر میدان عمل میں قدم رکھا تو دنیا نے اس کو حیرت و استعجاب کی نظروں سے دیکھا، قوم کے ارباب غور و فکر نے اسے اپنی آنکھوں پر بٹھایا غریبوں نے اپنے مسکین چہروں سے اس کو خوش آمدید کہا کیونکہ وہ ان کا ہمدرد رفیق اور دمساز بن گیا تھا اور جس نے راہ خدمتِ خلق و ملت میں اپنی ذاتی وجاہت و عزت خاندانی حیثیت اور جذبۂ امارت و دولت کو ٹھکرا دیا، اسکی گفتگو میں حلاوت تھی اس کی آنکھوں میں تسخیر، اس کی فطرت میں مروت اس کی طبیعت مین خلوص و محبت اور اس میں ایسی مقناطیسیت تھی کہ اجنبی بھی اس سے مل کر اسی کا گرویدہ ہو جاتا تھا وہ غیور تھا، وہ حساس

تھا۔ وہ حلم و بردباری میں اپنی آپ نظیر تھا۔ حاجت مندوں کی حاجت برآری بیوگان اور یتیموں کی پرورش کا خیال بے سہارا اور غیر مستطیع طلباء کی امداد اور مصیبت زدوں کے ساتھ عملی ہمدردیاں اس کے شیوۂ شعار اور روش کی غیر فانی یادگاریں ہیں۔

نواب بہادر خان ایک عابد و زاہد جوان صالح تھے لیکن ان کی مرتاضیت خشک اور بے کیف نہیں تھی ان کی عبادت اُن کے دل کی گداز اور ان کے قلب کی رقت کی آئینہ دار تھی جب نماز کے لیے وہ کھڑے ہوئے تو ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں کبھی کبھی مجھے ان کی تفسیر قرآن کی مجلس میں بھی شریک ہونے کا اتفاق ہوا میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ بیان قرآن کے بعض حصوں پر ان کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں ہو جاتا تھا اور ان کا چہرہ اُن کے درد دل کا پتہ دیتا تھا۔ اس کے ساتھ ان کی خانگی صحبتیں کچھ کم پرلطف نہیں ہوتی تھیں۔ مزے مزے کی باتیں قصے اور لطیفے حیدرآباد دکن کی گھریلو زبان کے چٹخارے بذلہ سنجی مزاح کی چاشنی سے محفل گونج اٹھتی تھی جب اپنے کسی مخلص دوست کے یہاں دسترخوان پر بیٹھتے تو کھانے کے لوازمات کی تعریفیں کرتے ہوئے مزے لے لے کر کھاتے تھے۔ میٹھے کے بہت شوقین تھے۔

محمد بہادر خان کو شاعری سے بھی دلی لگاؤ تھا۔ خلق تخلص تھا اور حیرت انگیز تیزی میں فی البدیہہ شعر کہنے میں ان کو کمال حاصل تھا۔ وہ اس قدر قادرالکلام تھے کہ بعض دفعہ چلتے چلتے بیسیوں موزوں شعر سنا دیتے۔ بڑے پایہ کے سخن فہم اور سخن شناس تھے۔ مشاعروں میں کسی شاعر کے اچھے شعر پر جب وہ کھل کر داد دیتے تھے تو اس سے ان کی نکتہ سنجی اور ناقدانہ

نظر کا اظہار ہوتا تھا۔ شاعری عنوان پر ان کا ایک بصیرت افروز مضمون "المصدق" میں شائع ہوا ہے۔ جو اپنی ادیبانہ طرزِ تحریر اور تنقیدانہ بیان کے اعتبار سے اس دور کا شاہکار ہے۔ اس مضمون میں بھی اصلاح کی طرف متوجہ کرنے کی ان کی امتیازی خصوصیت جلوہ گر ہے وہ لکھتے ہیں:-

"طبیعت، مذاق اور وقت شعر گوئی سے متعلق ہے۔ شعراء سے درخواست ہے زمانہ کی ضروریات کے موافق موضوع تلاش کرنے کی کوشش کریں مذاق اور طبیعت کے لیے زمانہ کے تغیرات کا مطالعہ کریں اور ان سے اثر پذیر بھی ہوں اور قوم کی اٹھتی ہوئی پود سے درخواست ہے کہ شاعری کا بارگراں مضبوط کاندھوں اور پختہ دماغوں کے لیے ہے۔ اپنی نرم اور لچکتی ہوئی ڈنٹھل کو اس کے نیچے دبا کر نشو ونما کا خون نہ کریں۔"

افکارِ ملت نے ان کو مشقِ سخن کا موقع نہیں دیا ورنہ اردو زبان کے گراں نمایہ شعراء میں ان کا شمار ہوتا۔

بہادر خان کو جس صنف کمال نے قائدِ ملت بنایا وہ ان کی دلکش خطابت تھی۔ جب وہ تختِ خطابت پر جلوہ افروز ہو کر تقریر شروع کرتے تو اندازِ بیاں کی سحر کاری، موزوں اور دل آویز الفاظ کی ترتیب جملوں کی فصاحت و بلاغت تشبیہ و استعارات کی چاشنی، مطالب و معانی کی فراوانی، مقاصد کی اعزاز بیانی زبان کی سلامت و روانی اور آواز کی ساحرانہ دلنواز گرج سے سننے والوں کا ذوقِ سماعت سیر ہو جاتا تھا زبان سے الفاظ نہیں نکلتے تھے پھول جھڑتے تھے چونکہ ان کی قلب کی گہرائیوں میں سوز تھا اور ان کے فکر و نظر کے احساس میں درد تھا

جب کبھی دورانِ خطابت ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کائنات کی فضائے بسیط پر حزن و ملال کی گھٹائیں چھا گئی ہیں خود روتے سب کو رلا دیتے جب خود ہنستے سب کو ہنسا دیتے تھے... سامعین کے شغف و انہماک کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ہزاروں کا مجمع ہمہ تن محو اور دل سے چاہتا کہ یہ گھنٹوں تقریر کیے جائیں اور وہ سنتے چلے جائیں اس خطابت کی سحر کاریوں نے کیا کیا اعجاز دکھائے اس بلند آہنگ خطیبِ وہبی نے کیا کیا نقوشِ عبرت و بصیرت چھوڑے، اس جرس رحیل کاروان نے کس منزل کی راہنمائی کی اور اس مطربِ آتش نوا نے اپنے نغمات جان سوز سے فکر و نظر کے کس طلسم غفلت کو جلا کر خاکستر کرنا چاہا۔ ایک طولانی داستان ہے جس کے بیان کا یہاں موقع نہیں اس کا بہرحال افسوس ہے کہ قوم نے اس عدیم المثال خطیب کی اس جادو بیان مقرر کی اس کی افادیت بخش افکار و عمل کی اور اس کے حیرت انگیز کارناموں کی کوئی قدر نہیں کی اگر وہ کسی زندہ قوم میں پیدا ہوتا تو اس کی حقیقی قدر و منزلت ہوتی اور بقائے ذکر و نا سیر کے لیے بیسیوں طریقے اختیار کیے جاتے اور جن قوموں میں مجسمے جائز ہیں وہاں جا بجا اس کے مجسمے نصب ہوتے مگر یہاں اس کی یاد آوری میں چند قطرات اشک بھی نہیں۔

نواب محمد بہادر خان، ملت مہدویہ کے ایک عقیدت مند صاحب زبان فرزند اور جانباز سپاہی تھے نام مہدی پر فدائیت کا جذبہ ان میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ فراہ مبارک جاتے ہوئے انھوں نے ہرات سے جو خط لکھا تھا اس کے الفاظ سے ان کی عقیدت مندی اور وارفتگیٔ مذہب کا پتہ چلتا ہے۔

"جس وقت یہ خط آپ کو ملے گا ایک گناہ گار غلام اپنے عالی قدر آقا حضرت خاتم ولایت محمدی، خلیفۃ الرحمن مہدی موعود آخرالزماں علیہ صلوٰۃ اللہ وسلام کثیراً کثیرا کی بارگاہِ اقدس پر جبہ سائی کی عزت حاصل کر چکا ہوگا دعا کیجیے کہ خدا اس حاضری کو شرفِ قبولیت بخشے"

بہادر خان نے حضرت امامنا مہدی موعود کی سیرت و تعلیمات کا بہ غور و فکر، بہ ذوق و شغف، مطالعہ کیا جس کے اثرات کے تحت ان کے کردار میں عدل و دیانت اور صبر و تحمل کے ایمان آفرین محاسن پیدا ہو گئے تھے وہ باوجود امیر ابن امیر ہونے کے ہوا و ہوس خواہشاتِ نفسانی اور مرغوباتِ دنیوی سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور انھوں نے اپنی خودی کو انانیت کے جذبات کو جو تمام برائیوں اور فسادات کی جڑ ہے یکسر فنا کر دیا تھا اور اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ رسم و رواج سے ہٹ کر حقیقی معنوں میں تارکِ الدنیا فقیر باصفا تھے۔

حضرت امامنا مہدی موعود کی ذات سے اور دینِ مہدی سے ان کو کیسی والہانہ محبت تھی اور اس کا ایک واقعہ سے اندازہ کیجیے جب وہ بلادِ مشرق کے سفر سے واپس ہوئے تو انھوں نے اپنے تاثراتِ سفر کو فیاض علی خان کی کوٹھی میں مسلسل چار دن تک روزانہ اوسطاً تین گھنٹے بیان کیا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ملت مہدویہ کے اس سچے فرزند دلبند نے دس بارہ ہزار مسلمانوں کے اجتماعِ عظیم کو اپنی سیاحتِ افغانستان کا کیا مقصد بتایا تھا انھوں نے واضح طور پر بیان کیا کہ افغانستان کی سیاحت کا خاص مقصد آقائے نامدار حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روزۂ مبارک پر حاضری دینا تھا"، اس سلسلے میں انھوں

نے حضرت امامنا مہدی موعود کی پاک زندگی اور دعویٰ مہدیت پر بصیرت افروز تقریر کی اور اپنے مخصوص خطیبانہ انداز میں مقام ولایت کے فرائض بلسط شرح سے پیش کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا اظہار کیا اور یوں بھی انھوں نے بہ بانگ دہل اپنی مہدیت کے عقیدے کا اظہار کئی مرتبہ قومی مجلسوں کے علاوہ عظیم الشان اجتماعات بالخصوص مجالس میلاد النبی منعقدہ مصطفیٰ بازار بارہ دری سالار جنگ، کھیت بالٹی اور وکٹری پلی گراؤنڈ وغیرہ میں کیا ہے۔

میں اس عظیم المرتبت شخصیت کی قومی خدمات کو کیا گناؤں جس کی زندگی کا ہر لمحہ سرتاپا اپنی قومی اصلاح اور عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف تھا۔ اس کے قومی افکار و عمل اور اصلاحی جدوجہد کی تفصیل کے لیے ایک جداگانہ تصنیف کی ضرورت ہے مشتے نمونہ ازخروارے چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

فرقہ مہدویہ میں دوسرے اسلامی فرقہ جات کی مماثلت میں حکومت سرکار عالی سپاہیہ نویسی جاری کرنا چاہتی تھی نواب بہادر یار جنگ نے ذمہ دار قومی افراد سے اس مسئلہ پر گفتگو کی موافق اور مخالف آراء ئے کسی فیصلہ پر پہنچنے نہیں دیا اگرچہ کہ اکابر فقرائے کرام گروہ مقدسہ مہدویہ اس کی اجرائی سے متفق تھے لیکن قوم کی اکثریت اس کی مخالف تھی۔ کافی غور و خوض کے بعد نواب صاحب نے حکومت کو اس سلسلہ میں ایک تفصیلی طویل مراسلہ لکھا جس کا آخری جملہ یہ تھا۔

"بوجوہات بالا مجھے اجازت دیجیے کہ تمام گروہ مہدویہ کی طرف سے جو چار صدیوں سے دکن میں کامل مذہبی آزادی کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے درخواست کروں کہ حسب عمل درآمد قدیم ان کو سپاہیہ نویسی کی زحمت اور اس کے ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا

جائے اور ان کے مقدمات کا تصفیہ حسب احکامِ شرع شریف فرمایا جائے جس کے لیے سیاہیہ لازمی نہیں ہے۔ میں متوقع ہوں کہ جناب گروہ مہدویہ کی درخواست کو شرف پذیرائی بخشیں گے اور حسبِ عمل درآمدان کو سیاہیہ نویسی مستثنیٰ رکھنے کی سعی فرمائیں گے، نتیجۂ کاروائی سے مطلع فرما کر ممنون فرمایئے۔

حکومت اور نواب صاحب کے درمیان اس مسئلہ میں ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۴۸ھ تک مراسلت ہوتی رہی بالآخر حکومت نے نواب صاحب کی استقامتِ رائے سے مجبور ہو کر اس کاروائی کو داخل دفتر کر دیا اور اس طرح سیاہیہ نویسی کا مسئلہ ختم ہو گیا۔

جب سمستان اکل کوٹ ضلع شولاپور کے مہدیوں کو مقامی حکومت نے تسبیح سے حکماً روک دیا تو وہاں کے باشندوں نے نواب بہادر یار جنگ اور مجھے جبکہ میں ایڈیٹر المصدق تھا اور جناب سیّد منور صاحب ایم۔ایل سی بمبئی کو اطلاعیں دیں۔ سیّد منور صاحب نے حکومت بمبئی میں کوشش کی لیکن اس حکومت نے اکل کوٹ کے محولہ حکم میں مداخلت سے انکار کر دیا۔ اتفاقاً اس زمانے میں نواب صاحب دو ماہ کے لیے دہلی تشریف لے گئے بالمشافہ گفتگو کا موقع نہ ملا، میرے نواب صاحب اور سید منور صاحب کے درمیان کافی مراسلت رہی اور بالآخر نواب صاحب نے یہ طے کیا کہ انجمن مہدویہ کلب مشیر آباد یا کسی اور مقام پر قوم کا ایک عام جلسہ طلب کر کے تنسیخ احکام امتناع تسبیح کے متعلق ایک محضر اور ایک رزولیشن مرتب کر کے گورنمنٹ آف انڈیا دہلی کو بتوسط رزیڈنسی روانہ کیا جائے اور اس میں نواب صاحب

کو قوم کی طرف سے کہنے اور پیروی کرنے کا مجاز مانا جائے اس...
خصوص میں نواب نے جو مشورے دیئے اور کام کیے وہ انہی کی
زبان قلم سے سنیئے۔ خطوط بہت طویل ہیں صرف اقتباس
پیش کرتا ہوں۔

۱۔ آپ کے خط کے ساتھ اکل کوٹ کے مصدقین کا خط بھی آیا
اس کے دیکھنے کے بعد یہ جواب لکھ رہا ہوں حیدر آباد کے محضر
سے متعلق آپ نے جو لکھا ہے درست ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے
یہ بات کیوں نہ سوجھی۔ محکمہ سیاسیات بغیر توسط رزیڈنسی
کوئی کاغذ نہ لے گی۔ محکمہ سیاست کی پیروی میں اگر میں ہوتا تو
بہتر طریقہ پر ہوتی۔ پھر بھی غور کیجیے اگر سیاسیات میں کچھ کام
نکل سکتا ہے تو کوشش کیجیے دو رزولیوشن پاس کیجئے ایک
اکل کوٹ کے مہدیوں سے ان کی آزادی کے سلب ہونے پر اظہار
ہمدردی، دوسرا گورنمنٹ آف انڈیا سے اس قسم کی درخواست
کہ وہ بہ عجلت ممکنہ مہدیوں کی اس مذہبی آزادی کے برقرار رکھنے
کا انتظام کرے میں خط لکھنے میں سست ہوں اس لیے سب
احباب کو شکایت رہتی ہے سید یوسف صاحب کو میرے
تمام خطوط دکھا دیا کیجیے۔ اکل کورٹ کے متعلق ان کو کوئی خط نہیں لکھا
آپ کے توسط کو کافی سمجھتا ہوں۔

۲۔ خط پہنچا سید منور صاحب کا بھی خط آیا لیکن اکل کورٹ
کے مہدیوں کی درخواست اور حیدر آباد کا محضر اور رزولیوشن
ضروری ہیں تاخیر نہ کیجیے مہلت کم ہے میں مارچ کے آخر تک ہوں
اور خود دفاتر حکومت اپریل کے اوائل میں شملہ منتقل ہو جائیں گے
سید یعقوب حسن کو خط لکھ رہا ہوں مگر توقع نہیں ہے کہ کچھ ہو

گا۔ اپنی واپسی کے بعد آپ کے مشورے اور امداد سے کام کروں گا
(یہ آخری جملہ میرے اس عبارت کا جواب تھا جو میں نے انجمن کے
بارے میں لکھا تھا۔ جبکہ انجمن نے جلسۂ عام کرنے سے انکار کر دیا
تھا میں نے نواب صاحب کو خط لکھا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ
انجمن کی عنان اقتدار آپ اپنے ہاتھ میں لے لیں کہ اس وقت انجمن
چند بے عمل افراد کے ہاتھوں بے حس اور مردہ بن چکی ہے)
۳۔ خط پہنچا لحفہ اور رزولیوشن کے نقول بھی ملے میں آج سر فضل
حسین صاحب کے ذریعہ جو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن
ہیں پولیٹیکل سیکریٹری یا کسی بڑے عہدہ دار سے ملنے کی کوشش
کر رہا ہوں حتی الامکان (انشاء اللہ)۔ اس کا انتظام کر لوں گا۔
۴ کارڈ پہنچا میں نے خواجہ حسن نظامی صاحب کی امداد سے علماء
کا ایک فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے کہ تبلیغ کا سننا خلل
ایمان کا باعث ہے نہ گناہ نہ اس سے نکاح فسخ ہوتے ہیں یہ
فتویٰ آئندہ بہت کام دے گا۔ کل انشاء اللہ اس پر مولانا
احمد سعید ناظم جمعیت علمائے ہند کے دستخط ہو جائیں گے
مولانا کفایت اللہ صدر جمعیت علماء جیل میں ہیں۔ انشاء اللہ
ہندوستان کے اکابر علماء کے اس پر دستخط ہوں گے۔ پولیٹیکل
ڈیپارٹمنٹ کے عہدہ داروں سے مل رہا ہوں انشاء اللہ میدان
صاف رہے گا۔"

غرض اس طرح نواب صاحب کی غیر معمولی دلچسپی سے
حکومتِ ہند نے حکومت بمبئی کے توسط سے اکل کورٹ کے
عہدے داران نظم و نسق کو اس مسئلہ پر نظر ثانی کرنے کی
ہدایت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امتناعِ تبلیغ کے احکامات

اٹھا لیے گئے۔

نواب بہادر یار جنگ نے مہدوی ملازمین سرکار کی جانب سے حکومت آصفیہ کو ایک درخواست پیش کی کہ قوم مہدویہ کی... خصوصیات اور روایات کے مدنظر مہدوی ملازمین سرکار کے لیے یوم ولادت اور یوم وفات حضرت امامنا میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کے موقع پر دو یوم کی تعطیل منظور فرمائی جائے۔ نواب صاحب نے اس میں بڑی دلچسپی لی اور اپنے اثر رسوخ کو کام میں لایا۔ اور اس میں سید یوسف صاحب تصوّر کی پیروی اور انتھک کوشش بھی شامل تھی۔ جس وقت باب حکومت کی عرضداشت پر اعلیٰ حضرت نے منظوری دی تو اتفاقیہ طور پر مجھے اس کا اسی وقت علم ہوا۔ اس زمانے میں نواب صاحب وطن سے باہر تھے میں نے ایک اطلاعی خط لکھا ان کے جواب کا ایک جملہ قابلِ بلاحظہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

تعطیلات میلاد (عرس) مبارک حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے متعلق آپ کے آخری فقرے نے مجھے بہت متاثر کیا اپنی زندگی کی اس اہم یادگار کو نسلاً بعد نسلاً یاد رکھنے کی بہ نسبت بس قوم مہدویہ سے زیادہ خوش رہوں گا اگر وہ ان دنوں کی عظمت کو سمجھے اور اس کے موعظت و بصیرت حاصل کرے یہ کام المصدق کے ذریعے انشاء اللہ ہوگا۔ خدا آپ کو اچھا رکھے۔"

نواب بہادر یار جنگ کا سب سے بڑا قومی کارنامہ انجمن مہدویہ حیدرآباد کی عنان صدارت اپنے متحرک ہاتھوں میں لینا ہے کن حالات، کن اسباب، کن صورتوں سے اور کن دشواریوں

پیچیدگیوں اور رکاوٹوں کے باوجود انھوں نے اپنے عزم استقلال سے اس مرحلہ پر فتح پائی ایک افسانہ طویل ہے غرض جب انھوں نے صدارت سنبھالی تو سب سے پہلے ترمیم دستورالعمل کی طرف توجہ کی کیونکہ ماضی کا تجربہ تھا کہ بتیس ۳۲ ارکان کی منتظمہ جماعت متحدالخیال نہیں تھی اور کاروبار انجمن میں بجائے سہولتیں پیدا کرنے کے دشواریاں پیدا کرتی تھی۔ چنانچہ ان کی راہنمائی میں ایک کمیٹی نے تعداد ارکان منتظمہ کو ۳۲ سے گھٹا کر ۱۲ کر دیا۔ اور انفرادی انتخاب کے بجائے میر مجلس کو مجلس انتظامی تشکیل دینے کے اختیارات دیے جو آج تک بروئے کار ہیں عنانِ صدارت سنبھالنے کے بعد نواب صاحب نے معتمدی کے لیے سید یوسف تصور کو نامزد کیا۔ ان کا سازگار دور معتمدی یادگار رہے۔ نواب صاحب کی راہنمائی سعی و کارگردگی۔ میں سید یوسف تصوّر کی بے لوث ہم آہنگی جذبۂ خدمت جانفشانی اور غیر معمولی محنت قابلِ داد ہے کہ چند ہی سال کی قلیل مدت میں انجمن کی زمین پر منفعت بخش عمارتوں کا بڑا حصّہ کھڑا ہو گیا سید یوسف صاحب تصور کے بعد محمد کرم علی خان صاحب کو انھوں نے معتمدی پر فائز کیا اور ان کے بعد مجھے بہ حیثیت نائب صدر اولاً اور پھر بلحاظ ضرورت معتمدی پر فائز کیا لیکن دو عالمگیر جنگوں کے تباہ کن اثرات نے نواب صاحب کے منصوبوں کو پورا نہیں ہونے دیا ورنہ انجمن مہدویہ کا ہال مکمل ہوتا اور تعمیر روضۂ فرہ مبارک کا منصوبہ بھی تکمیل پا جاتا۔

دنیا جانتی ہے کہ نواب صاحب کے آخری چند سال انتہائی مصروفیات کے گزرے ہیں۔ انہی مصروفیات کی وجہ انھوں نے ایک سے زیادہ ۵ مرتبہ صدارتِ انجمن مہدویہ سے سبکدوش

ہونا چاہا لیکن انجمن اور قوم نے اس کو نہیں مانا صدارت کے آخری دور میں مجھے جو خط لکھا تھا وہ ایک درسِ عمل ہے وہ لکھتے ہیں۔

"انجمن کے جلسۂ عام کا اعلان میری نظر سے گزرا بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے شرکت سے قاصر ہوں۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ گذشتہ دو سال سے صدارت انجمن کے فرائض کو بھی بالکل انجام نہ دے سکا لیکن اس کی ذمہ داری مجھ پر اس لیے نہیں ہے کہ میرے اصراراً انکار کے باوجود صدارت پر میرا انتخاب کیا گیا موجودہ دستور العمل انجمن کے مطابق چونکہ صدر اپنی کابینہ کو نامزد کرتا ہے اس لیے کابینہ کے تمام افعال کی ذمہ داری اصولاً صدر پر ہوتی ہے۔ اپنی ان گنت اور اہم مصروفیتوں کی وجہ سے میں قطعاً اس قابل نہیں ہوں کہ انجمن مہدویہ کے لیے وقت نکال سکوں اور وقت دیے بغیر اپنی کابینہ کی ذمہ داریوں کا شریک نہ ہو سکوں گا۔ اس لیے میں نے عزم کر لیا ہے کہ اس سال صدارت کے لیے اگر میرا انتخاب کیا گیا تو میں کوئی کابینہ تشکیل نہ دوں گا اور اعلان کر دوں گا کہ میں صدارت سے دست بردار ہو رہا ہوں اس لیے جناب سے ملتمس ہوں کہ اگر صدارت کے لیے میرے نام کی تحریک پیش ہو تو از راہ کرم میرا یہ خط انجمن میں پڑھ کر سنا دیں میں بحیثیت رکن انجمن مہدویہ تحریک کرتا ہوں کہ آئندہ صدارت کے لیے مولوی عزیز احمد خان صاحب سابق نائب صدر کا انتخاب فرمایا جائے۔"

اس مکتوب کے بعد جلسۂ عام کے اصرار پر تا دمِ حیات ہی صدارت پر متمکن رہے۔ اور اپنی کابینہ تشکیل دی جس میں نواب

عزیز احمد خان صاحب کو حسبِ سابق نائب صدر ادرجہ کو معتمد برقرار رکھا۔

تصدیق کی ضخامت کے اعتبار سے مضمون باوجود انتہائی احتیاط کے طویل ہو گیا ہے لیکن یہ میری کوتاہی ہوگی اگر مضمون کو ختم کرنے سے پہلے بیگم قائد ملت بہادر یار جنگ کا ذکر نہ کروں محمد بہادر خان کی کردار سازی میں بیگم محمد بہادر خان کا کچھ کم اہم حصّہ نہیں ہے۔ یہ فرشتہ خصلت نیک کردار خاتون اگر عام امیر خواتین کی طرح بہادر خان کو اپنے ساتھ لے کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے پر مائل ہوتیں اور ان کو اپنی خواہشات و مطالبات اور ہوا و ہوس کے تابع کر دیتیں تو تو شائد بہادر خان، بہادر یار جنگ اور قائد ملت نہ ہوتے۔ اس خوش خصائل خاتون کا حسنِ تدبر تھا کہ انھوں نے اپنے حدود سے تک متجاوز ہو کر بہادر یار جنگ کو خانگی گھریلو مسائلِ روزمرہ میں مصروف رہنے اور الجھنے نہیں دیا وہ نواب صاحب کے جذبۂ خدمت قوم و ملک کو نہ صرف مستحسن نظروں سے دیکھتی تھیں بلکہ اس کے تشفّف اور ارتقائیت میں جان و مال سے ممد و معاون رہتی تھیں۔ حتیٰ کہ انھیں اتحاد المسلمین کے چندہ کی اپیل پر بیگم صاحبہ نے اپنے جسم کا زیور قائد ملت کی نظر کر دیا تھا جس کا ذکر ایک موقع پر خود نواب بہادر یار جنگ نے مجھ سے کیا تھا۔ وہ صرف استراحت کے لیے زنانخانہ میں جاتے تھے۔ ورنہ ان کے وقت کا بیشتر حصّہ قومی ملی اور ملکی مصروفیات میں گزرتا تھا۔ اور ان کی طرف سے کبھی اس نیک بخت خاتون کے ابرو پر بل نہیں آیا۔

ماخذ۔

مضامین محمود از سید محمود مدراللہی

ناشر: بزم ادب شہداد پور۔ سندھ۔